ایک حدیث

عن انس بن مالک قال لما جاء اھل الیمن قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قد جاءکم اھل الیمن وھم اوّل من جاء بالمصافحۃ۔

(ابوداؤد۔ ابواب السلام، باب فی المصافحۃ)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، جب یمن کے لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے حاضرین مجلس سے فرمایا: تمھارے پاس اہلِ یمن آئے ہیں اور یہی وہ لوگ ہیں جن سے مصافحے کا آغاز ہوا ہے۔

اسلامی ثقافت کا دائرہ بہت وسیع ہے اور اس کی حدیں دور دور تک پھیلی ہوئی ہیں۔ ہر اچھی چیز اور عمدہ بات اسلامی ثقافت میں داخل ہے اور ہر وہ معاملہ جس میں افادیت کا پہلو نمایاں ہو اور جو ذہن کو آسودگی کا سامان فراہم کرتا ہو اور جس سے فکر میں طمانیت کی لہر کروٹ لیتی ہو، ہم اسے اسلامی ثقافت کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے۔

الکلمۃ الحکمۃ ضالۃ المؤمن فحیث وجدھا فھو احق بھا۔

حکمت و دانائی مسلمان ہی کی گم شدہ چیز ہے، جہاں بھی اسے پائے وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔

حکمت و دانائی مکہ مکرمہ سے ملے یا اس سے باہر سے، مدینہ منورہ میں اس کا سراغ لگے یا کسی اور مقام سے۔ عجم سے ہاتھ آئے یا عرب و حجاز کی سرزمین سے، اس پر بلا جھجک اپنی ملکیت کا دعویٰ کر دو۔ اس کا تعلق قبل از اسلام کے دور سے ہو یا بعد از اسلام

کے، وہ مسلمانوں کی متاعِ بے بہا ہے اور اسلامی ثقافت کا نہایت قیمتی جزو ہے!

اسی مصافحے کو لیجیے جسے SHAKE HAND کہا جاتا ہے، جیسا کہ ابتدا میں درج کی گئی حدیث سے پتا چلتا ہے، اس کا رواج ارضِ حجاز یا مکے اور مدینے کے معاشرے میں نہ تھا، یہ چیز یمن سے آئی اور اسلام نے اس کو اپنا لیا۔ نہ صرف اپنا لیا بلکہ اس کو بے پناہ اہمیت عطا فرمائی۔ اس اہمیت کا اندازہ ان دو حدیثوں سے ہوتا ہے جو ابوداؤد کے مذکورہ بالا باب (یعنی باب فی المصافحۃ) میں درج ہیں۔ یہ دونوں حدیثیں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہیں۔ وہ فرماتے ہیں ۔

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم اذا التقی المسلمان فتصافحا وحمدا اللہ واستغفراہ غفر لھما ۔

یعنی رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب دو مسلمان آپس میں ملیں، پھر مصافحہ کریں۔ اور اللہ کی حمد وثنا بیان کریں اور اس کی بارگاہ سے مغفرت کے طالب ہوں تو اللہ ان کی مغفرت فرما دیتا ہے ۔

دوسری حدیث میں ارشاد فرمایا:

ما من مسلمین یلتقیان فیصافحان الا غفر لھما قبل ان یفترقا ۔

دو مسلمان باہم مل کر جب مصافحہ کرتے ہیں تو ان کے جدا ہونے سے قبل اللہ ان کی لغزشیں معاف فرما دیتا ہے ۔

مصافحہ اور تصافحا اور یتصافحان کا مادہ "صفح" ہے، جس کے معنے ہیں درگزر کرنا، معاف کر دینا اور کسی کی لغزش کو نظر انداز کر دینا۔ قرآن مجید میں یہ لفظ کئی مقامات پر آیا ہے۔ سورہ بقرہ کی آیت نمبر ۱۰۹ میں فرمایا:

فاعفوا واصفحوا ۔

اے پیغمبر! ان کو معاف کر دو اور درگزر سے کام لو ۔

سورہ الحجر کی آیت نمبر ۸۵ میں ارشاد فرمایا ۔

فاصفح الصفح الجمیل ۔

اے پیغمبر! اپنے مخالفوں سے حسن و خوبی کے ساتھ درگزر کرو۔

جب دو آدمی، اگرچہ وہ آپس میں کتنے ہی مخالف ہوں، ایک دوسرے کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے لیں تو غصّے اور کدورت کی تمام کیفیتوں کو دل سے نکال دینا چاہیے اور جس طرح دونوں کے ہاتھ مل گئے ہیں، اسی طرح دل بھی مل جانے چاہئیں۔ قلب میں ایک دوسرے کی سلامتی کا جذبہ اور روح میں باہم خیر خواہی کا داعیہ اُبھر آنا چاہیے۔

مصافحے کی ابتدا یمن سے ہوئی اور وہیں سے یہ بات مدینے اور مکے پہنچی، اور پھر اسلام کے ابتدائی دور ہی میں یہ اسلامی ثقافت اور دینی تہذیب کا جزوِ لاینفک قرار پا گئی اور اسے ایک اسلامی شعار کی حیثیت حاصل ہو گئی۔

مصافحے کا مطلب یہ نہیں کہ ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر اسے زور سے جھٹکتے اور ہلاتے رہو، بلکہ السلام علیکم کہہ کر اور اس کے جواب میں وعلیکم السلام کہہ کر ایک دوسرے کو سلامتی اور امن و آشتی کی دعا دو، اور "جذبۂ صفح" کے ساتھ ہاتھ ملا کر دل سے کینہ، حسد، بغض اور عداوت کو نکال دو، اخوت اور بھائی چارے سے زندگی بسر کرنے کا پختہ عہد کرو، اور اپنے آپ کو صحیح اسلامی ثقافت کے قالب میں ڈھال لو۔

اور سنیے۔ غزوۂ احزاب کے موقعے پر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مدینے کے گرد خندق کھودنے کا مشورہ دیا تھا۔ جنگ میں دفاع کا یہ طریقہ عرب میں مروّج نہ تھا، لیکن آنحضرت نے اس عجمی طریقے پر عمل کیا اور اللہ نے کامیابی عطا فرمائی۔

دفاع کے لیے شہر کے گرد خندق کھودنے کا حکم آنحضرت کو قرآن نے نہیں دیا تھا، حالانکہ وہ نزولِ قرآن اور نزولِ وحی کا زمانہ تھا، نہ آنحضرت نے از خود صحابہ کو خندق کھودنے کے لیے فرمایا تھا، اور نہ حجاز یا مکے اور مدینے سے تعلق رکھنے والے کسی صحابی نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو یہ مشورہ دیا تھا، یہ ایک عجمی حضرت سلمان فارسی کی رائے تھی، جس پر حضور نے عمل کیا اور اس کا خاطر خواہ نتیجہ نکلا۔

پاجامہ پہننے کا عربوں میں رواج نہ تھا۔ لیکن جب آنحضرت کو اس لباس کا پتا چلا تو اسے تہمد سے زیادہ پسند فرمایا اور پسندیدگی کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ:

لم اجد شيئاً استر منه۔

مجھے اس سے زیادہ پردے والی کوئی چیز معلوم نہیں ہوتی۔

تو عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ اچھی اور بہتر شے جس سے انفرادی یا اجتماعی فائدہ حاصل ہوتا ہو، جہاں سے میسر آئے، اسے اپنا لینا چاہیے۔ اگر قرآن و حدیث میں اس کو غلط نہیں قرار دیا گیا تو بلاشبہ وہ صحیح ہے اور اسلامی ثقافت و تہذیب میں داخل ہے!

وہ کسی اسلامی ملک سے ملے یا غیر اسلامی ملک سے، عرب سے ملے یا یورپ و امریکہ سے، شہروں سے ملے یا دیہات سے، جنگل سے ملے یا پر رونق مقامات سے، مسلمان سے ملے یا غیر مسلم سے، تعلیم یافتہ لوگوں سے ملے یا غیر تعلیم یافتہ لوگوں سے، وہ مسلمان کی متاع گم شدہ ہے، اس کو اپنانے میں ہرگز تامل نہیں کرنا چاہیے۔